سدباب قتل کی روشنی میں فلسفہ قصاص ودیت کا دیگر عالمی قوانین سے تقابلی جائزہ

A comparative study of the philosophy of Qisas and Diyat with other international laws in the light of the Dam of Murder

Atta Ur Rahman*
Dr. Mustaq Ahmad Salah Uddin**

Abstract
The present article contains the laws issued by the United Nations and the religions of the world in the light of the slaying Dam. Chapter In which view the introduction of important laws, mutual components sharing, totally and partially distinctions, negative and positive effects in terms of goals, Furthermore, the laws of some other important countries have been mentioned after describing the philosophy of Qisas and Diyat Similarly, after discussing the provisions related to Diyat and Qisas in Pakistan, mutual understanding is under discussion There are also other reasons under consideration which are leading to the crime of murder One of which is the imposition of one color system of life, culture, civilization and livelihood In addition, they are all activities to establish or maintain political, economic, cultural supremacy over the weak countries of the economic powers Similarly, all the countries which have suffered casualties due to imposition Not only that, but the number of people who have been martyred or killed is also under discussion after mentioning the countries that have resorted to crime and imposed war on the people to achieve these goals After mentioning them, the number of martyrs is also under discussion

تخلیق انسانیت سے لے کر آج تک اگر تاریخ مذاہب عالم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ہر دور کی مناسبت سے اللہ تعالی نے انسانیت کو بذریعہ رسل وانبیاء قوانین الہی سے روشناس کرائے ہیں، اور جنہوں نے قوانین الہی پر لبیک کہہ کر عمل کیا ہے انہوں نے بڑی شائستگی وقار، امن اور سکون کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ جب کہ اس کے برعکس قوانین الہی سے روگردانی کرکے اپنے خود ساختہ قوانین اپنانے والے مختلف مسائل، تکالیف اور عذاب الہی سے دوچار ہوئے ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام اور اس کے پیروکاروں (بنی اسرائیل) کو فرعون سے نجات دلائی کیونکہ وہ قانونی الہی کے مطابق زندگی بسر کررہے تھے جبکہ مخالفین اپنے خود ساختہ قوانین کی روشنی میں عمل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے﴿ واذ نجینکم من ال فرعون یسومونکم سوء العذاب الایة﴾[1]۔ ترجمہ: اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اور اس ساری صورت حال میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارا بڑا امتحان تھا۔ دیکھئے حضرت موسی علیہ

* Ph.D. scholar, Department of Islamic Studies Qurtuba University Peshawar.
Email: attaurrahman75.mardan@gmail.com
** Ph.D. scholar, Department of Islamic Studies& Arbic Gumal University Di Khan.
Email: rabbani03018@gmail.com

السلام کی قوم میں وہ لوگ کامیاب وکامران ہوئے جنہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے تعلیمات پر عمل کیا اور جنھوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے تعلیمات سے انکار کر دیا تو وہ زیر عتاب آکر خود اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ﴿كداب ال فرعون والذين من قبلهم الاية﴾([2])۔ ترجمہ: اس معاملے میں بھی ان کا حال ایسا ہی ہوا جیسا فرعون کی قوم اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا، جس کی نتیجے میں ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا، اور فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا، اور یقیناً یہ سب ظالم لوگ تھے۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے وحی کو جھٹلا کر اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق زندگی گزارنے لگے اور اللہ تعالی کی نبی اور برگزید رسول کے تعلیمات سے منہ موڑ کر بغاوت کا اعلان کر دیا۔ تو اللہ تعالی کو ان کے عقلی اصول اور من مانیاں پسند نہ آئے اور ان کو بذریعہ طوفان ہلاک کر ڈالا جو تاریخ میں طوفان نوح کے نام جانا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس بابت ارشاد خداوندی ہے کہ ﴿حتي اذا جاء امرنا وفار التنور الاية﴾([3])۔ ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور ابل پڑا، تو ہم نے نوحؑ سے کہا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جانوروں میں سے دو دو کے جوڑے سوار کر لو، اور تمہارے گھر والوں میں سے جن کے بارے میں پہلے کہا جا چکا ہے کہ وہ کفر کی وجہ سے غرق ہوں گے ان کو چھوڑ کر باقی گھر والوں کو بھی، اور جتنے لوگ ایمان لائے ہیں ان کو بھی ساتھ لے لو اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو ابو جہل اور ان کے لشکر سے بدر کے دن نجات دلائی۔ جیسا کہ اس بابت اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ﴿واذ يعدكم الله احدى الطايفتين انها لكم وتودون الاية﴾([4])۔ ترجمہ: اور یاد کرو وہ وقت جب اللہ تعالی تم سے یہ وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے کوئی ایک تمہارا ہوگا، اور تمہاری خواہش تھی کہ جس گروہ میں خطرے کا کوئی کانٹا نہیں تھا، وہ تمہیں ملے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے احکام سے حق کو حق کر دکھائے، اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔

الغرض جنہوں نے صرف عقل کو کل قرار دے کر وحی کو جھٹلایا ہے تو وہ اپنے آپ اور اپنے نسل کو میراث میں ایسے اصول چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ جن کی خمیازہ آج بھی ان کے پیروکار بگھت رہے ہیں۔ واضح رہے کہ عقل اور وحی دونوں خداوند عالم کی نعمتیں ہیں لیکن دونوں رفتار، حد اور نتیجہ میں ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ عقل کی روشنی میں طے شدہ اصول، حد، نتیجہ اور ترقی میں تغیر ہوتی رہتی ہے جبکہ اس کے برعکس وحی ایک لامحدود شے ہے جو انسان عقول سے باہر ہے۔ بایں معنی کہ انسانی عقل فوائد انسانیہ، نقصانات، نتیجہ، حکم، صحیح اور غلط میں اس طرح جامع خیر نہیں دے سکتی۔ اس لئے دنیاوی اور اخروی معاملات میں جہاں انسانیت کو وحی سے رہنمائی ملتی ہے اس کو اپنی اپنی درجات میں لینا لازمی ہے اور جہاں خاموشی ہو تو پھر عقل کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ آج مذاہب عالم اور بالخصوص امت مسلمہ انسانی عقول پر مبنی ان تمام قوانین پر فیصلے کر رہے ہیں۔ جن میں انسانوں کے حقوق محفوظ نہیں بلکہ ضائع ہو رہے ہیں درآنحالیکہ ان مسائل سے متعلق وحی کی روشنی میں پوری انسانیت کے فلاح وبہبود کے لئے جامع رہنما اصول وحل موجود ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ آج اقوام متحدہ اور انسانی حقوق سے وابستہ تمام ادارے انسانی حقوق پر بات تو ضرور کرتے ہیں لیکن حل کرنے میں مختلف النوع

اسباب کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو پا رہی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ اقوام متحدہ اور دیگر انسانی حقوق سے وابستہ ادارے ان اسباب پر غور وخوض کرنے کی طرف بڑھے اور ان تمام رکاوٹوں کو عبور کرنے کے لئے تمام حل طلب ذرائع سے بھرپور استفادہ کرلیں تاکہ انسانی جان، عزت اور معاش محفوظ ہو جو کہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔اس تناظر میں ضروری امر یہ ہے کہ حقوق انسانی کے لئے کسی ایک طاقتور ملک کے سیاسی، معاشی اور تہذیب غلبے کے اصولوں کو نہ دیکھا جائے بلکہ بنیادی حقوق کی حصول کے لئے ہر ملک و قوم بلاامتیاز مذہب، نسل و طاقت ان ذرائع سے پیش آمدہ انسانی مسائل حل کرے جن میں انسانیت کے مذکورہ تین بنیادی حقوق کماحقہ محفوظ ہونے کی تسلی بخش حل موجود ہو۔اس لئے ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ ان تمام اسباب کا احاطہ ہو جو بنیادی حقوق کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں۔امید ہے کہ اگر انسانی مسئلہ کو کسی خاص اصولوں کی روشنی سے ہٹ کر ہر ملک و قوم کی جذبات، احساس، تہذیب و تمدن کی رو سے حل کیا جائے تو عین ممکن ہے کہ بہت سے حقوق خاطر خواہ رقم خرچ کئے بغیر پرامن، دیرپا اور حقیقی معنوں میں حل ہوں گے۔

الغرض انسانی حقوق کے بجاآوری میں جو حائل اسباب ہیں: منجملہ ان میں سے عقل کو کل سمجھنا، دنیا پر یک رنگ نظام تصور مسلط کرنا، کمزور ممالک پر مختلف النوع سازشوں سے سیاسی، معاشی اور تہذیبی غلبہ حاصل کرنا شامل ہیں۔واضح ہو کہ مذکورہ جرائم کا کسی خاص قوم، مذہب رنگ ونسل سے تعلق نہیں بلکہ فرد اور جماعت سے لے کر ریاستوں تک وسیع ہیں۔لہذا ان مسائل کا حل بھی اسی ترتیب سے ممکن ہے کہ فرد، مذہب، جماعت اور رنگ ونسل کے مسائل قومی سطح پر جبکہ ریاستی مسائل بین الاقوامی سطح پر حل ہونے کی کوشش ہو۔اس تناظر میں انسانی مسائل کو ترجیحات کی بنیاد پر حل کرنا ضروری امر ہے۔اس لئے سب سے پہلے حفاظت جان یقینی بنانے کے لئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مستحکم قانون سازی کرنا چاہیے۔ایسی قانون سازی جس میں انسانی جان ہمہ جہت محفوظ ہو اور ہٹ دھرمی کی صورت میں بلا تفریق کاروائی ہو اور قانون پر عمل درآمد کے لئے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر منظم تنظیمی ڈھانچہ ہو۔ایسا تنظیمی ڈھانچہ جن کا مقصد محض حفاظت جان کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔

قوانین مذاہب عالم اور سد باب قتل:

اگر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تاریخ انسانی کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو جرم وسزا کا سلسلہ مسلسل چلی آرہی ہے اور ہمیشہ سے ہر معاشرتی جرم پر سزادی جاتی ہے۔البتہ اسباب جرم کی سد باب کے لئے نہ تو کوئی معنی خیز قانون سازی ہوئی ہے اور نہ کسی ملکی و بین الاقوامی سطح پر کاوشیں ہوئی ہیں۔مثلاً جرائم میں سے ایک جرم قتل ہے اور اس جرم کی سزا مختلف ادوار میں متعین ہوئے ہیں لیکن اسباب قتل اذہانوں سے اوجھل رہی ہے۔اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ جرم قتل کو اسباب کی روشنی میں دیکھ کر قانون سازی مرتب کیا جائے۔چنانچہ اگر اس تناظر میں اقوام عالم پر نظر ڈالی جائے تو اقوام عالم کے لئے خطرہ جان کا ایک سبب عقلی قوانین کو کل سمجھ کر قانون اسلامی سے روگردانی ہے۔مثلاً سیکولرزم میں قتل کے لئے قانونی سزا عمر قید ہے جبکہ اس کے برعکس قانونی الٰہی میں قصاص مقرر ہے درآنحالیکہ دونوں صورتوں میں معاشرے سے جرم کا خاتمہ مقصود ہے۔لیکن تمام عالم میں جرم قتل میں آئے دن اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اس

کی بنیادی وجہ یہی قانونی کشمکش ہے۔ اگر اس قانونی کشمکش کو اقوام عالم و مذاہب عالم کی تناظر میں دیکھا جائے تو اکثر ممالک کے عدالتوں میں عالمی اور ملکی نزاکتوں کو دیکر جج صاحبان جرم قتل پر فیصلے سناتے ہیں۔

واضح رہے کہ انسانی جان کسی بھی مقصد کے خاطر تلف کرنا سے ایک عظیم جرم ہے جس پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 قتل عمد عائد کی جاتی ہے۔ جس کے تحت دو طرح کی سزائیں ممکن ہے۔ اول قصاص جو ایک اسلامی سزا ہے جس کے تحت ریاست کو اختیار ہے کہ مقتول کی جان کے بدلے قاتل کی جان لے لی جائے۔ دوم اگر قتل کے ثبوت ناکافی ہوں یا کسی مخصوص حالات کے تحت مجرم کو بجائے قصاص کے سزائے عمر قید دی جاتی ہے جو کہ عموماً 14 سال کے عرصہ پر محیط ہوتا ہے لیکن 25 سال تک قابل توسیع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امریکہ میں جان بوجھ کر قتل کرنے والے کو پہلی درجہ قاتل (یعنی کہ قاتل کا پہلے سے قتل کرنے کی نیت اور منصوبہ ہو) کہا جاتا ہے اور اس کے لئے جو سزا دی جاتی ہے۔

Within the special maritime and territorial jurisdiction of the United States, Whoever is guilty of murder in the first degree shall be punished by death or by imprisonment for life; Whoever is guilty of murder in the second degree, shall be imprisoned for any term of years or for life, Not all states have adopted the Model Penal Code to classify different types of murder. Nevertheless, it serves as the basis of the criminal codes of 2/3 of the states in the U.S.

اگر پہلی درجہ قتل میں امریکہ اور پاکستانی قانون کا تقابل کیا جائے تو اس میں محض اتنا فرق ہے کہ پاکستان میں مجرم کے لئے سزائے موت کی بجائے قانون قصاص زیر غور لایا جاسکتا ہے۔ جبکہ قانون ریاستہائے متحدہ امریکہ میں سزائے موت کے علاوہ عمر قید ہے۔ اور اگر ان دونوں قوانین کا تقابل قانون اسلامی سے کیا جائے تو پھر اس میں واضح فرق موجود ہے۔ کیونکہ اسلام نے قاتل کے قتل کرنے کا حق ورثائے مقتولین کو دیا ہے اور نفاذ اجرائے قصاص اسلامی مملکت کے حاکم کو سپرد کیا ہے اور مقتولین کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ از خود قصاص جاری کرے۔(5)

Second degree murder is also very serious, and in most situations the defendant could face decades to life in prison, though the death sentence is not a possibility in these cases.

اس کے علاوہ قانون اسلامی اور انسانی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ قانون ریاستہائے متحدہ امریکہ میں درجہ دوم کی قتل (یعنی کہ جس میں قاتل کا پہلے سے کوئی منصوبہ قتل نہ ہو لیکن جذباتی ہو کر قتل کرے) اس صورت میں جو سزا دی جاتی ہے وہ اکثر کئی دہائیوں تک قید ہے لیکن اس میں کلیتاً سزائے موت شامل نہیں ہے۔ جب کہ اس کے برعکس قانون خداوندی میں جو سزا ہے وہ چاہے پہلے سے عزم ہو یا جذباتی ہو کر قتل ہو دونوں صورتوں میں ورثاء کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور اس میں حکومت یا حاکم کے پاس عفو کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام نے قاتل سے بدلہ لینے یا عفو کرنے کا حق محض ورثاء کو دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں کا ارشاد ہے کہ ﴿وكتبنا عليهم فيهآ ان النفسبالنفس

الایۃ﴾(6) ترجمہ: اور ہم نے اس تورات میں ان کے لیے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان ہو گی۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ بیہقی اجماع امت کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ "کہ آزاد مومن مرد کے بدلے میں قاتل سے قصاص لیا جائے گا"(7)۔ اسی طرح امام الشیبانی فرماتے ہے کہ ولیس له الا القصاص اما ان یاخذ واما ان یعفو(8) کہ آزاد مومن مرد کی قتل میں ورثاء کو قصاص لینے یا معافی کرنے کا اختیار ہے۔ البتہ اسلامی قانون میں درجہ دوم کی قتل، قتل خطاء کے زمرے میں آتا ہے اور اس میں قاتل پر غلام آزاد کرنا اور ورثاء کو دیت دینا لازم ہے۔ تاہم غلام میسر نہ ہونے کی صورت میں دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اس بابت قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ﴿ومن قتل مؤمنا خطئا فتحریر رقبة الایة﴾(9) ترجمہ: اور جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر ایک مسلمان غلام آزاد کرنا فرض ہے اور دیت یعنی خون بہا مقتول کے وارثوں کو پہنچائے، الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اس آیت کے تفسیر میں علامہ جصاصؒ یوں رقمطراز ہے کہ "قتل خطاء میں بااجماع امت قاتل پر غلام آزاد کرنا اور ورثاء پر دیت کی ادائیگی لازم ہے"(10)۔

واضح رہے کہ تعزیرات پاکستان میں معاوضہ ادا کرنے کا عمل ایک درخواست سے شروع ہوتا جو از روئے دفعہ (309) متاثرہ خاندان کے افراد کو عدالت میں دینا پڑتا ہے، جس درخواست میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے نام پر قاتل کو معاف کر کے حق قصاص کو ختم کر دیتے ہے یا شریعت کی دفعات کے پیش نظر ملزم کو بری کر دیا ہے اور اس پر عدالتی نگرانی کرنے کے لئے دفعہ (209) فراہم کی گئی ہے۔ جہاں تک پی پی سی کی دفعہ (311) ہے اس میں اگر قاضی کو شبہ ہو کہ تمام ورثاء نے قاتل کو معاف نہیں کیا یا قاضی کو شبہ ہو کہ دیت سے عوامی جذبات مجروح ہونے یا فساد فی الارض ہونے کا خطرہ ہے، یا قاتل دیگر جرائم میں اس سے پہلے بھی ملوث رہا ہے تو مذکورہ بالا دفعہ کی رو سے جج کے پاس مزید تعزیری سزا کا اختیار ہے۔ عدالتی نگرانی میں ایک فلسفہ تو مناسب معاوضہ دیت مقرر کرنا ہے اور دوم سنگین صورت حال کے لئے تعزیری خوف برقرار رکھنا ہے۔ سعودی عرب کے قانون میں تمام اختیار عدالت کے پاس ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور پر کسی کو قتل کرے تو معاضہ مقرر کرنے کا اختیار عدالت کے پاس ہو گی۔ عام طور پر سعودی عدالتیں سو اونٹ کی حساب سے معاوضہ دیت طے کرتے چلی آرہی ہے۔ جس کے بابت کہا جاتا ہے کہ قتل کے عوض سو اونٹ تاوان کا دستور سب سے پہلے حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب جب کہ ایک اور روایت کے بموجب ابو سیارہ(11) نے رائج کیا تھا، بعد میں اسلام نے اسی مقدار کو برقرار رکھا۔ اسلامی جمہوری ایران میں از روئے قانون 1991م میں جو معاوضہ دیت تھا وہ محض مسلمانوں کو دیا جاتا تھا لیکن بعد میں جب آیت اللہ خمینی نے فتوی دیا تو پھر از روئے قانون ایرانی عدالت نے دفعہ (297) میں ترمیم کر کے غیر مسلموں کو بھی شامل کر لیا۔

Iran's 1991 Islamic Penal Code originally only specified the diya for a Muslim man. In the absence of a specification of diya for non-Muslims, Iranian judges referred to traditional Shi'ite fiqh. In 2003, Article 297 of the 1991 Code was amended according to a fatwa by Ayatollah Khamenei. This resulted in recognition of equal diya for Muslims and non-Muslims(12)

اسی طرح عراق اور صومالیہ کے قبائل میں بھی خون کا معاوضہ لینے کا عام رواج ہے۔(13)۔ بائبل میں دیت کی بجائے جو اصطلاح استعمال کیا

گیاہے وہ بائبل میں کچھ یوں نقل ہے۔

In the Christian Bible, the term is used to refer to the thirty pieces of silver Judas Iscariot received in exchange for revealing the identity of Jesus Christ to the forces sent by the Pharisees and/or the Sanhedrin[14]

مالی جرمانے کا نظریہ اور دستور اس سے قبل رومن قانون کا بھی حصہ تھا جس کے روسے یہ جرمانہ اس قاتل سے وصول کیا جاتا تھا جس کا جرم قتل معمولی نوعیت کا تصور کیا جاتا تھا۔البتہ سخت جرم قتل مثلاً اجرت، خانہ ریاست اور عصمت دری وغیرہ کی صورت میں ہونے والے قتل میں قاتل کو سزائے موت دی جاتی تھی (15)۔اسی طرح شمالی امریکہ میں رہنے والے لوگ ارتکاب جرم قتل کے بعد باہمی امن کو فروغ دینے اور قتل کے سد باب کے لئے (Blood Money) ازروئے قانون استعمال کرتے ہیں (16)۔

The sum was divided among the victim's kin on the same basis. Among many Indians of the northern Pacific coast of North America, blood payment was mandatory after killings in order to make peace possible, even when actual blood vengeance was also required. In most places there was no fixed standard, each group demanding as large an amount as possible-If agreement was not reached, feud might result(17)

اسی طرح چائنہ شپنگ میں بورڈنگ ماسٹر شنگھائینگ میں ملاحوں کی جبری تقرری کیا کرتے تھے اور جسم کے عوض معاوضہ ادا کیا جاتا تھا اور انہیں جو تنخواہ ملتی تھی۔اس تنخواہ کو (Blood Money) کہا جاتا تھا۔ایک زمانہ دراز تک شنگھائینگ میں ملاحوں کی جبری تقرری کا عام رواج تھا (18)۔

اگر کوئی محقق ان تمام قوانین کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرتا ہے۔تو اس پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان تمام قوانین میں فلسفہ محض انسانی جان کا تحفظ، عدل، انصاف اور پرامن معاشرہ قائم کرنا ہے۔البتہ اگر ان قوانین کے نتائج و مشترکات پر غور وخوض کیا جائے تو وہ مذہبی فلسفہ اور انسانی قوانین کی روشنی میں کچھ یوں مرتب ہوتی ہے۔کہ تمام عالمی انسانی اور مذہبی قوانین میں قتل ایک جرم عظیم ہے اور اس جرم کے لئے تمام عالم میں سخت سے سخت سزا بھی متعین ہے۔البتہ نرمی اور شدت کے حوالے سے ان سزاؤں کے نتائج اور ساخت میں فرق ضرور ہے۔چنانچہ قرآن وسنت کی روشنی میں جرم قتل کے روک تھام کے لئے جو قوانین وضع ہیں۔وہ ازروئے شریعت محمدی ﷺ مندرجہ ذیل ہیں۔منجملہ ان میں سے ایک قصداً قتل (قتل عمد)، دوم خطاً قتل (قتل خطاء)، سوم شبہ عمد جب کہ چہارم جاری مجرائی خطاء ہے۔پہلی صورت کے لئے قانون ربانی قصاص اور عفو ہے۔دوسری صورت کے لئے قانون الہی غلام آزاد کرنا اور مقتول کی ورثاء کو دیت ادا کرنا ہے۔ تیسری صورت شبہ عمد یعنی وہ قتل جس میں قاتل کا عزم قتل ہو لیکن آلہ قتل بالعموم متعارف برائے قتل نہ ہو مثلاً چھوٹی لاٹھی یا چھوٹے پتھر سے کسی کو مارنے کی صورت میں قتل کا واقع ہونا۔تو اس صورت میں ورثاء پر دیت لازم ہے جبکہ قاتل گنہگار ہونے کے ساتھ موجب کفارہ بھی ہوگا (19)۔صورت چہارم جری مجرائی خطاء یعنی وہ قتل جو قاتل سے حالت نیند میں صادر ہو جائے مثلاً کہ اگر کوئی حالت خواب میں حرکت کرنے سے کسی بچے کو قتل کر دے تو اس صورت میں قاتل کے ورثاء مستوجب دیت ہوں گے جبکہ مجرم موجب کفارہ ہونے کے

ساتھ میراث سے محروم متصور ہوگا۔ کیونکہ اس میں خدشہ ہے کہ اس سے قاتل کا مقصد حصول میراث میں جلدی ہو([20])۔
اس کے برعکس امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں درجہ اول کی قتل (یعنی جان بوجھ کر منصوبہ کی تحت قتل) کے لئے جو سزا متعین کیا گیا وہ زیادہ سے زیادہ سزائے موت اور کم سے کم عمر قید ہے۔ اگران دونوں قوانین کے اشتراک کو دیکھا جائے تو وہ محض یہی فلسفہ ہے۔ کہ قتل عام میں اضافہ نہ ہو لیکن اگر تاثیر اور قانونی ساخت کو دیکھا جائے تو دونوں میں واضح فرق ہے۔ کیونکہ فلسفہ قصاص میں مجرم کے بچنے کی امید نہیں ہے جبکہ فلسفہ عمر قید میں بچنے کے ساتھ آزاد ہونے کی امید بھی ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جن اقوام نے قانون قصاص پر عمل کر لیا ہے انہوں نے اپنی معاشرتی زندگی میں جرم قتل کو کم کرنے پر واضح کامیابی حاصل کر لی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس خود ساختہ انسانی قوانین پر عمل پیرا لوگ جرم قتل میں کمی لانے میں بھی ناکام رہے ہیں۔ البتہ اس کے علاوہ عقلی قوانین سے ہمیشہ طاقتور ممالک اور لوگوں نے فائدہ اٹھا کر کمزور پر ظلم کیا ہے۔ کیونکہ اس فلسفہ میں ایک تو قاتل کے لئے پھر بھی زندہ رہنے کی امید ہے اور دوم قاتل طاقت رکھنے کی وجہ سے بلا خوف ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی محقق اس فلسفہ کا تقابلی جائزہ لیتا ہے تو اس پر واضح ہوتا ہے کہ دراصل سزائے عمر قید ہی قتل کی شرح اور دیگر جرائم میں اضافے کا باعث ہے۔ کیونکہ جن ممالک میں قانون کی گرفت سخت ہے ان ہی ممالک میں قتل کی شرح بھی سب سے زیادہ ہے۔ عالمی رپورٹ Our World in Data اور اقوام متحدہ کی دفتر برائے منشیات اور جرائم کے مطابق قتل کی شرح سال 2008 تا 2010 کا جو حساب لگایا گیا ہے اس کے مطابق یہ شرح 6.9 فیصد تک ریکارڈ کیا گیا ہے۔ اسی طرح 2017 کے رپورٹ کے مطابق قتل کی شرح سب سے زیادہ جن ممالک میں بتایا گیا ہے ان میں سے امریکہ سر فہرست ہے۔ کیونکہ امریکہ میں قتل کی شرح 9 فیصد جبکہ وینزویلہ میں 8 فیصد اور Guatemala میں 6 فیصد ہیں([21])۔
اس کے برعکس افغانستان، سعودی عرب اور دیگر ایسے ممالک جہاں سزائے عمر قید کی بجائے کسی زمانے میں قانون الہی کا نفاذ رہا ہے۔ تو وہاں مذکورہ شرح 0.1 فیصد بتایا گیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی ذی عقل اس پر غور وخوض کرے تو قانونی الہی پر عمل کرنا بلا حرج ہے۔ کیونکہ دنیا اس قانون پر عمل کرنے سے محض یہ کہہ کر کتراتے ہیں کہ یہ ایک سخت قانون ہے، اور یہی بات در حقیقت دیگر انسانوں کے قتل عام کی کھلی اجازت دینے کی مترادف ہے۔ مزید براں قانون قصاص از روئے شرع اور عقلی اعتبار سے قتل کی روک تھام کے لئے سب سے موزون بھی ہے۔ جہاں تک قانون قصاص میں سختی کا تاثر دینے کا سوال ہے تو در حقیقت قانون الہی میں اگر رحم کو دیکھا جائے تو وہ انسان کے خود ساختہ قوانین سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اسلام نے مطالبہ دیت اور معافی کرنے کا اختیار بھی ورثائے مقتول ہی کے سپرد کر دیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو دیت بھی لے سکتے ہیں اور اگر چاہے تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالی نے قصاص کو زندگی قرار دے کر فرمایا ہے کہ ﴿ولكم في القصاص حيوة الاية﴾([22]) ترجمہ: اور اے عقل رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی کا سامان ہے، امید ہے کہ تم اس کی خلاف ورزی سے بچو گے۔ اس لئے قانون الہی کو محض سخت کہہ کر رد کرنا در حقیقت دیگر لوگوں کے قتل عام کرنے کی اجازت دینا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ تمھارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔ اب اللہ سے بڑھ کر کون اچھی طرح فلاح انسانیت کے لئے کوئی

قانون سازی کر سکتا ہے بلاشبہ کوئی بھی نہیں۔اس لئے انسان دوست قانون پر غیر معقول و منقول خدشات کے آڑ میں حملہ کرنے کی بجائے سزائے عمر قید کے فلسفہ کے حامیوں کو اپنی ہی قانون پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہی برائے نام ادارے انسانی حقوق کے نام لینے کے علاوہ کوئی ایسے قانون سازی سے گریز کرتے ہیں جو کہ مغربی نظام اور مفادات مغرب کے منافی ہو چاہے وہ بحیثیت انسان انسانوں کے لئے بہتر کیوں نہ ہو۔

اسی طرح تحفظ جان میں ایک بنیادی سبب یک رنگ نظام تصور ہے۔مثلاً مغربی ممالک میں ایک نظام تصور جمہوریت ہے اور ان کے نزدیک جمہوریت کے علاوہ کوئی اور بشر دوست اور منصفانہ نظام نہیں ہے، جس کو وہ اپنی مفادات کی خاطر تمام دنیا پر بھی رائج کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور اس نظام کو وہ مختلف طریقوں سے دنیا عالم پر چڑھائی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔یہاں تک کہ اس نظام کو مد نظر رکھ کر امریکہ نے اسامہ اور القاعدہ کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کرکے ہزاروں لوگوں کا قتل عام کیا اور پھر بعد میں وہاں پر ایک جمہوری حکومت کے نام پر ایک سیٹ اپ قائم کیا۔غرض اگر اس سبب کو مد نظر رکھ کر جرم قتل پر نظر ڈالی جائے تو اس تصور کی وجہ سے افغانستان، پاکستان اور دیگر ممالک کے ہزاروں مسلمان شہید ہوئے ہیں جبکہ خود امریکہ اور دیگر اتحادیوں کا بھی ہزاروں کی تعداد میں جانی نقصان ہوئے ہیں۔Watson Institute international & public Affairs کے اعداد و شمار کے مطابق افغانستان میں 2001 سے لے کر 2015 تک جو عام افغانی جان بحق ہوئے ہیں ان کی تعداد 29818 جبکہ فوجی 30474 اور امریکہ بشمول دیگر ممالک اور اداروں کے جو لوگ مارے گئے ہیں ان کی تعداد 1111424 ہیں۔اس کے علاوہ اس جنگ کے اثرات سے پاکستان میں جو جانی نقصان ہوئے ہیں ان کی تعداد 61549 ہیں([23])۔اگر محض افغانستان، پاکستان اور امریکہ کی جنگ کی وجہ سے جان نقصان کا اعداد و شمار کا اندازہ لگایا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ کسی ملک پر اپنی نظام مسلط کرنے سے کتنی جانی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔اب اگر اس تصور کا تقابل عقلی اور نقلی اعتبار سے ہر ایک ملک میں رہنے والوں پر کیا جائے تو مذکورہ تصور نظام حیات مسلمان آبادی کے لئے دنیوی واخروی اعتبار سے مفید بھی نہیں ہے بلکہ اس نظام کے ساتھ جو معاشی قوانین وابستہ ہیں وہ مسلمانوں کے لئے معاشی طور پر زہر قاتل ہے۔کیونکہ مسلمانوں کے پاس غیر مسلموں کے برعکس ایک مکمل سرمدی اصولوں پر مبنی نظام حیات موجود ہے۔جس میں عبادات سے لے کر سیاست، معاش اور زندگی کے دیگر شعبوں پر مبنی تمام مسائل کا حل اس نام نہاد جمہوریت سے کہیں بہتر موجود ہے۔لیکن بد قسمتی سے طاقتور ممالک اپنی مفادات کی خاطر کمزور ممالک پر بھی یہی جمہوریت مسلط کرنے کے لئے مساعی کر رہے ہیں چاہے اس کے لئے لاکھوں لوگوں کا قتل عام کیوں نہ ہونا پڑے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انسانی حقوق سے وابستہ ادارے اس پر بھی غور کرے کہ دنیا پر ایک نظام مسلط کرنے کی خاطر کیوں لوگ مارے جاتے ہیں۔اس لئے نظام کے اڑ میں کسی ملک پر تسلط پانے کے لئے ایک پر امن ملک، معاشرہ معاش اور لوگوں کے قتل عام کرنا اقوام متحدہ اور انسانی حقوق سے وابستہ اداروں کے لئے ایک بد نما داغ سے کم نہیں بلکہ ایک واضح چیلنج ہے۔کیونکہ ہر انسان، ملک، قوم و نسل اور مذہب ماننے والوں کے جذبات، احساسات اور کلچر بالکل وہی نہیں ہے جو مغرب میں بسنے والوں کے ہیں اور نہ ضروری ہے کہ ہر ملک میں وہی نظام بہتر ہو

جو مغرب میں رہنے والوں کے لئے مفید وبہتر ہو۔مزید براں انسانی حقوق سے وابستہ اداروں کے دعوی آزادی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہر ملک کی باشندے اپنی ملک اور عوام کی رائے وجذبات کو دیکھ کر کماحقہ آزادانہ قانون سازی کریں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سی ممالک میں عوام کی جذبات واحساسات، آزادی رائے کے برعکس یہی عالمی ادارے قوانین مسلط کرنے کے لئے مختلف النوع دباوڈالتی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی ممالک میں اسلامی اصولوں سے متصادم قوانین کے لئے دباوڈالی جاتی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق قوانین پاس کرائی جاتی ہے۔واضح رہے کہ تصور جمہوریت ایک الگ فلسفہ نظام حیات اور خلافت الگ ہے۔کیونکہ نظام جمہوریت میں طریقہ انتخاب افرادی قوت کی بنیاد پر کیاجاتاہے جبکہ خلافت میں طریقہ انتخاب تقوی کی بنیاد پر کیاجاتاہے۔اسی طرح جمہوری قانون سازی میں بھی اکثریت کو دیکھا جاتا ہے جبکہ خلافت میں قانون سازی قرآن وسنت کی روشنی میں لازمی ہے۔ہاں اگر کسی مسئلہ کے بارے میں قرآن وسنت اور اجماع سے کوئی صراحت نہ ہو تو پھر اجتہاد وقیاس کی روشنی میں حل تلاش کرنے کی اجازت ہے اور یہی اس نظام کا حسن اور خوبی ہے۔اس لئے اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ تحفظ جان میں ایک رکاوٹ طاقتور ممالک کا یک رنگ نظام تصور ہے۔جس کے لئے طاقتور مغربی ممالک جمہوریت کو اپنی مفادات کی خاطر ایک تومسلط کرنے کے مساعی کرتے ہیں اور دوم اس نظام کو حیات بخشنے کی خاطر مختلف النوع جرائم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس نظام کی وجہ سے مغربی ممالک نے دنیاعالم میں عموما اور مسلمانوں میں خصوصاً لاکھوں لوگوں کا قتل عام کیاہے جس کا منہ بولتا ثبوت افغانستان، عراق، ایران، یمن، مصر اور دیگر ممالک میں جنگی سرگرمیاں ہیں۔

اسی طرح جرم قتل کی اسباب میں سے سیاسی، تہذیبی اور معاشی بالادستی بھی شامل ہیں اور اس تناظر میں افغانستان میں روسی مداخلت ایک زندہ ثبوت ہے۔کیونکہ روس نے افغانستان میں مداخلت سیاسی اور معاشی مفادات کو مد نظر رکھ کر کیا تھا۔چنانچہ فلسفہ سوشلزم کی وجہ سے افغانیوں کے آپس میں اور پھر 12 دسمبر 1979 کو روسی مداخلت کے بعد سے جو جانی نقصان ہوئے ہیں۔اس حوالے سے روسی تاریخ دان Lgor Ivlev لکھتے ہیں کہ بیالیس ملین لوگ مارے گئے ہیں۔جن میں سے 19.4 ملین فوجی جبکہ 22.6 ملین عام لوگ شامل ہیں([24]) ۔اگر اس جانی نقصان کی اغراض ومقاصد کو دیکھا جائے تو اس کے پیچھے معاشی بالادستی اور نظریہ سوشلزم کارفرما تھے۔کیونکہ اس زمانے میں نظریہ سوشلزم افغانستان کے علاوہ انگولا اور ایتھوپیا میں بھی کمزور ممالک ہونے کی وجہ سے مسلط تھی۔اس لئے روسی ماہرین سمجھتے تھے کہ اگر افغانستان میں سوشلزم ناکام ہو جائے تو اس سے دنیا میں تاثر جائے گا کہ مذکورہ نظام ناکامی سے دوچار ہوئے۔چنانچہ روس نے افغانستان پر سوشلزم بچانے کی خاطر 12 دسمبر 1979 کو حملہ کیا تاکہ وہ اپنی نظام سوشلزم کو دوام دے سکے اور دنیا کو باوار کرا سکے کہ سوشلزم ایک بہترین نظام ہے۔اسی طرح پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں پیش نظر یہی اسباب رہے ہیں۔پہلی جنگ عظیم بلقان میں 28 جولائی 1914 کو شروع ہوئی جس میں 17 ملین افراد ہلاک اور بیس ملین زخمی ہوئے۔اگرچہ ابتدائی طور پر جنگ کا آغاز شہزادہ فرانز فرڈیننڈ اور اس کی بیوی کے قتل سے شروع ہوئی لیکن بعد میں سلطنت آسٹریا، ہنگری اور جرمنی کی مداخلت سے جنگ نے سیاسی، علاقائی اور معاشی مسابقت کی رنگ اختیار کرگئی۔([25]) جس کے باعث مؤرخین کے نزدیک پہلی ایک صدی کے دوران جو لوگ قتل ہوئے ان سے زیادہ لوگ ہلاک ہوئی۔اسی

طرح دوسری جنگ عظیم ہولوکاسٹ کے وسیع تر پس منظر میں ہوا۔ جس میں ایڈولف ہٹلر اور نازی حکومت کا مقصد ایک ایسی حکومت تھی جس میں مشرقی یورپ کے تمام تر آبادیوں کو ختم کرکے ایک وسیع جرمن بالادست حکومت تشکیل کرنا تھی۔ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر جرمنی نے یکم ستمبر 1939ء کو پولینڈ پر حملہ کیا اور اس کے بعد گیارہ دوسرے ممالک پر بھی قبضہ جمالیا۔ لیکن اس مقصد کی حصول کے لئے ہٹلر اور معاونین نے پانچ کروڑ افراد کو مار ڈالا(26)۔ الغرض اگر دنیائے عالم جرم قتل کے اسباب پر غور کریں تو تمام دنیا میں زیادہ تر قتل کے اسباب میں سے محرک عقلی قوانین، سیاسی، معاشی، تہذیبی، ملکی، ذاتی مفادات اور نظام کی بالادستی سر فہرست ہیں اور یہ سلسلہ پیدائش انسان سے لے آج تک چلی آرہی ہے۔

نتائج:

- رم قتل کے اسباب میں ایک اہم سبب قانونی الٰہی سے روگردانی اور محض قوانین عقلی پر عدالتی فیصلے مرتب کرنا ہے۔
- اسلامی فلسفہ قصاص سد باب قتل کی روشنی میں دیگر عالمی قوانین سے زیادہ بشر دوست اور مؤثر ہے۔
- سد باب قتل کی روشنی میں قاتل کے لئے عمر قید کی سزا زیادہ محرک نہیں بلکہ دیگر مسائل کے ایجاد کا باعث ہے۔
- انسانی حقوق سے وابستہ اداروں پر عالمی طاقتوں کے معاشی اور سیاسی اثر ورسوخ کی وجہ سے حفاظت جان غیر محفوظ ہوگئی ہے۔
- عالمی تناظر میں یک رنگ نظام حیات مسلط کرنا اقوام عالم کے لئے مفید نہیں بلکہ افادیت کی بجائے ظلم اور قتل عام کا باعث بن رہے ہیں۔
- اقوام متحدہ کی طے شدہ اصولوں سے انحراف کرکے بعض طاقتور ممالک اپنے ملکی مفادات کی خاطر غیر انسانی اور ظالمانہ اقدامات اٹھا کر کمزور ممالک کی آزادی، امن، تمدن، تہذیب اور معاش خراب کر رہے ہیں۔ جسکی وجہ سے اقوام متحدہ اور دیگر عالمی فورم سے اقوام عالم کے اعتماد تیزی سے متاثر ہو رہی ہے۔
- اگر اقوام متحدہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر قوتوں کو اقوام متحدہ کے قوانین کے انحراف اور ہٹ دھرمی سے نہ روک سکے تو اس سے بین الاقوامی امن کو خطرات لاحق ہو سکتے ہے۔

حوالہ جات

[1] ۔القرآن،49:2
[22] ۔القرآن،54:8
[3] ۔القرآن،40:11
[4] ۔القرآن،7:8
[5] ۔الشیبانی، ابو عبداللہ بن الحسن بن فرقد (م189ھ) الحجۃ علی اہل المدینۃ، طبع سوم (بیروت: عالم الکتب مصر،1403ھ/1985ء)321:4

6 ۔القرآن،45:5

7 ۔البیہقی،احمد بن الحسین بن علی بن موسی (م458ھ)،احکام القرآن للشافعی، طبع دوم(قاہرۃ:مکتبۃ الخانجی مصر،1414ھ/1994ء)281:1

8 ۔الشیبانی،الحجۃ علی اہل المدینۃ321:4

9 ۔القرآن،92:4

10 ۔الجصاص،احمد بن علی ابو بکر الرازی(م370ھ)احکام القرآن، طبع اول(بیروت:داراحیاء التراث العربی مصر،1405ھ/1987م)193:3

11۔ابو سیارہ کا پورا نام عمیلہ بن خالد عدوانی ہے۔اس شخص کے بابت یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس ایک کالے رنگ کا گدھا ہوا کرتا تھا جس پر وہ چالیس سال تک لوگوں کو مزدلفہ سے منی تک لے جایا کرتے تھے۔مؤرخین کے مطابق قتل کے عوض سو اونٹ کا تاوان قبل از اسلام اسی شخص نے رائج کیا تھا۔ابی القاسم علی بن حسن ابن عساکر(م571ھ)،تاریخ دمشق، تحقیق:عمرو بن غرامہ العمروی،(لبنان:دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،1415ھ/1995م)481:40

12 ۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Diya_(Islam)

13 ۔ایضاً

14 ۔ Matthew 27:3-5 ESV / 5

15 ۔ttps://en.wikipedia.org/wiki/Blood_money_(restitution)

16 ۔https://www.britannica.com/topic/blood-money-sociology

17 ۔http://wikipedia.us.nina.az/wiki/Blood_money_(restitution)

18 ۔ایضاً

19 ۔ابو بکر بن مسعود بن احمد علاء الدین،الکاسانی(م587ھ)،البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، طبع ثانیہ،(بیروت:دارالکتب العلمیہ،1406ھ/1986م) 257:7

20۔السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل(م483ھ)،المبسوط،بیروت:دارالمعرفہ 1414ھ/1993م68:26

21 ۔ourworlddata.org

22 ۔القرآن،179:2

23 ۔watson.brown.edu

24 ۔En.m,Wikipedia,org

25 ۔ایضاً

26 ۔ En.m,Wikipedia,org